موجودہ نظام ہائے تعلیم پر اسلامی نظام کی فوقیت

ریحانہ قریشی*

مہر محمد سعید اختر**

تعارف:

تعلیم کے عناصر کا ایسا مجموعہ جو باہم متعاون، مربوط اور منظم و متعامل ہو کر اسلامی مقاصد کے حصول کے لئے کوشاں ہوں اور ہم آہنگ ہو کر ایک واحدہ کی حیثیت اختیار کر لیں تو یہ عناصر کا مجموعہ اسلامی نظام تعلیم کہلائے گا۔(۱)

تعلیم میں ذہنی عوامل کی اہمیت کے ضمن میں اہم ترین امر یہ ہے کہ فلسفیانہ نقطۂ نظر سے معلّم کو حقیقت اصلیہ کے بارے میں سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس حوالے سے معلّم کے پاس ایک ایسا مستحکم فلسفہء تعلیم کا ہونا ضروری ہے جو صحیح مابعد الطبعیاتی اساس پر قائم ہو(۲)۔ حقیقتِ اصلیہ کے تصور کی طرح حقیقتِ علم کا تصور بھی تعلیمی عمل و نظام کی تشکیل میں اساسی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام دونوں مسئلوں کو اس نکتے میں حل کر دیتا ہے کہ علم کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ علمِ اشیاء اسی کا دیا ہوا ہے اور انسان کی ہدایت کا علم بھی اس کی طرف سے ہے۔ حواس اور عقل و تجربہ بڑے اہم ذرائع ہیں لیکن ''وحی'' سب سے اعلیٰ ذریعہ علم ہے۔ علم کا تعلق محض لوازماتِ حیات سے ہی نہیں ہے، مقاصدِ حیات سے بھی ہے اور اول الذکر کو ثانی الذکر کے تابع ہونا چاہئے۔ یہی وہ تصور ہے جس سے اسلامی نظام تعلیم کا پورا مزاج بنتا ہے۔(۳)

اسلام نے علم کا جو تصور دیا ہے، اس میں تعلیم اور تربیت دونوں کو یکساں اہمیت دی گئی ہے۔ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ تعلیم، کتاب و حکمت اور تزکیہ نفس کو ساتھ ساتھ سرانجام دینا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے نظام تعلیم میں تعلیم اور سیرت سازی ایک ہی حقیقت کے دو پہلو رہے ہیں۔ اس کا اظہار ''علم و فضل'' کی اصطلاح سے بھی ہوتا ہے جو علم، نیکی اور اخلاقِ حسنہ میں بڑھے ہوئے ہونے کے مفہوم کو بخوبی ادا کرتی ہے۔(۴)

اوپر کی بحث کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہم جس دائرہ علم میں بھی کام کر رہے ہوں۔ جو ذہن' فکر' سوچ اور انداز وہاں پیدا ہو وہ اسلام کی اقدار سے مطابقت رکھتا ہو۔ اس کے لئے بلاشبہ ہمیں قرآن پاک بھی پڑھانا ہے، ہمیں دینیات کی تعلیم بھی دینی ہے لیکن اس سے آگے بڑھ کر ہمیں اس بات کی کوشش کرنی ہے کہ ہر علم کے اندر ہم اسلام کے نقطہء نظر اور اسلام کی فکر کو جاری و ساری کریں۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ ہم دنیوی علوم ترک کر دیں۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے تو وہ اسلام کی

---

*لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف سوشل سائنسز اینڈ ہیومنٹیز، یونیورسٹی آف ایگریکلچر فیصل آباد، پاکستان

**پروفیسر، ادارہ تعلیم و تحقیق، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

روح سے آشنا نہیں ہے۔ سائنسی علوم اور سوشل سائنسز سارے ہمارے علم ہیں۔ یہ تاریخ کا ایک سانحہ ہے کہ آج لادینی تمدن اُن کا علمبردار بنا ہوا ہے اور اس سے بڑا سانحہ یہ ہے کہ ان علوم کو جو خدا کی بندگی اور انسانیت کی خدمت کیلئے تھے۔ انہیں لادینی تمدن اور تہذیب نے خدا سے بغاوت اور انسان کُشی کیلئے استعمال کیا۔ (۵)

اسلامی نظام تعلیم کے معنی یہ ہیں کہ ہم ہر شعبۂ زندگی میں اسلامی اقدار کی روشنی میں سوچنے اور ان بنیادوں پر فکر انسانی کی تشکیل جدید کرنے کا کام سرانجام دیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم جدید معاشیات کو جانیں۔ ایڈم سمتھ سے لے کر ہیرالڈ اور فیلڈ مین تک جو باتیں کہی گئی ہیں ان سے ہم واقفیت پیدا کریں لیکن صرف واقفیت ہی پیدا نہ کریں بلکہ اس کا ہم تنقیدی جائزہ لیں اور نہ سمجھیں کہ جو کچھ وہاں سے آتا ہے وہ حق ہی حق ہے بلکہ ہم قرآن اور حدیث کی دی ہوئی اقدار کی روشنی میں اس کو پرکھیں کہ اس میں کیا صحیح اور کیا غلط ہے اور پھر معاشی فکر کو اسلام کی بنیادوں پر مرتب و مدون کریں۔ اس کی روشنی میں اپنے معاشی مسائل اور انسانیت کے معاشی مسائل کا حل تلاش کریں۔ یہی کام ہمیں سیاسیات میں کرنا ہے۔ یہی ہمیں عمرانیات میں کرنا ہے۔ یہی ہمیں فلسفہ میں کرنا ہے۔ یہی ہمیں ادب میں کرنا ہے۔ یہی ہمیں ڈیموکریسی میں کرنا ہے۔ ہر شعبۂ زندگی میں ہمیں یہ کام انجام دینا ہے۔ (۶)

:Review (مطالعہ)

قدیم ہندوستان کی تاریخ میں صرف برہمن کو تعلیم کا کلی استحقاق تھا۔ یہاں تک کہ وید مقدس کا کوئی فقرہ اگر کسی شودر کے کان میں پڑ جاتا تو اس میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جاتا۔ جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹینکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"In time the Shudras and the outcastes were completely debarred from education and in medieval India education became an exclusive privilege of the Brahmans."(7)

عصر حاضر میں رنگدار یا سیاہ فام قوموں کو اجازت نہیں کہ وہ سفید فام اقوام کے ساتھ ایک ہی مدرسہ یا یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر سکیں لیکن عہد نبوی کے نظام تعلیم کی یہ شان تھی کہ ہر قسم کے نسلی تعصبات سے پاک تھا۔ جہاں مسجد نبوی میں ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسے زعمائے قریش تعلیم پاتے تھے وہاں سلمان فارسیؓ، بلال حبشیؓ اور صہیب رومیؓ علم و عرفان کی دولت سے بہرہ مند ہوتے تھے۔ ایتھنز کے نظام تعلیم پر نظر ڈالی جائے تو یہاں صرف آزاد مرد علم کے اجارہ دار تھے۔ عورتیں، بچے، لونڈی، غلام سب دولت علم سے محروم تھے۔ ہندوستان میں بھی آریہ جاتی کے برہمن مرد تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ان کی عورتیں بچے بھی تعلیم سے بہرہ مند نہ تھے۔ بعثت نبوی کے وقت عرب میں پڑھے لکھے افراد کی تعداد بھی بڑی محدود تھی (۸)۔ خود یورپ میں پندرہویں صدی میں جا کر ماہر تعلیم کامینس (COMMENIUS) نے آواز اٹھائی کہ تعلیم ہر شخص کا پیدائشی حق

ہے(۹)۔ لیکن سید الکونین نے تقریباً ایک ہزار برس پہلے تحصیل علم کو ہر مسلمان (مرد اور عورت) کا فریضہ قرار دے دیا تھا۔(۱۰)

اس سلسلے میں انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کا مقالہ نگار یوں رقم طراز ہے:

مسلمانوں کی تعلیم کے مقاصد میں یکساں تعلیمی مواقع کا تصور اور اس کی عمومی ترویج کا اصول شامل تھا(۱۱)۔ آگے چل کر یہ مقالہ نگار لکھتا ہے کہ مسلمانوں کی تعلیمی روایت کی اوّلین خصوصیت یہ تھی کہ تعلیم کو جمہوری کر دیا گیا تھا۔ مسجد کی طرح مدرسہ میں بھی سب برابر ہوتے تھے اور یہ اصول قائم کر دیا گیا تھا کہ غریبوں کو بھی تعلیم دی جائے۔(۱۲) آنحضور ﷺ پر خداوند کریم کی طرف سے بھیجی جانے والی پہلی وحی ''اقرأ'' تھی جس میں حضور نبی ﷺ کو پڑھنے کی دعوت دی گئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جبکہ دنیا جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی، بغداد، قاہرہ، قرطبہ، دمشق اور نیشاپور میں اسلامی اور سائنسی علوم کی عظیم الشان درسگاہیں قائم ہو چکی تھیں۔ اس تعلیمی ترقی کا ہندوستان میں بھی مسلمانوں کی آمد کے بعد بڑا گہرا اثر پڑا۔(۱۳)

سائنسی نقطۂ نظر سے دنیا کو اسلام ہی نے روشناس کرایا ہے۔ بعض لوگ جن میں بڑے بڑے علماء بھی شامل ہیں غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ اسلامی تعلیمات سائنس کے خلاف ہیں۔ فرانس کے مشہور فلسفی ارنسٹ رینان نے انیسویں صدی کے اواخر میں اسلام کو اس حوالے سے ہدف تنقید بنایا تو سیّد جمال الدین افغانی (1839ء تا 1898ء) نے پیرس میں رینان سے بالمشافہ ملاقات کر کے اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کی۔ رینان سیّد موصوف کی عظمت اور اپنی غلط فہمی کا معترف ہوا(۱۴)۔ بقول محمد علی جوہر مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات عقائد اسلامی کی صداقت، احکام اسلام کی عملی سودمندی اور ان پر سختی کے ساتھ عمل کرنے پر مبنی تھیں اور ہم اگر اپنی گم شدہ عظمت کا اعادہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کا صرف یہی طریقہ ہے کہ عقائد اور احکام اسلامی پر کاربند ہو جائیں نیز رسول مقبول ﷺ اور خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلیں۔(۱۵)

ازمنۂ قدیم میں دنیا کی اکثر و بیشتر اقوام کسی دوسری قوم کے علماء اور دانشوروں کے افکار عالیہ سے علمی استفادہ کو پسند نہ کرتی تھیں اور دوسری قوموں کی زبانوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔ عصرِ حاضر میں بھی وطنیت و قومیت کے فتنے نے جہاں قوموں اور نسلوں کو اپنے علوم و فنون پر فخر کرنا سکھایا ہے وہاں انہیں دوسری قوموں کے علوم اور ادبیات سے لاتعلق و بیزار کر رکھا ہے۔ لیکن سیّد الانبیاء ﷺ نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی کہ:

" الکلمة الحکمة ضالة المومن فحیث وجدها فهو احق بها "

''حکمت کا کلمہ مومن کی گمشدہ میراث ہے جہاں کہیں اس کو پائے اخذ کرے کیونکہ وہی اس کا زیادہ حقدار

ہے۔"(۱۶)

اور یہ محض نظری تعلیم نہ تھی بلکہ عملی مثالیں بھی عہد نبوی میں ملتی ہیں کہ:

الف۔ سیّد المرسلین ﷺ نے انصار کے بچوں کو غیر مسلم جنگی قیدیوں سے تعلیم سیکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔(۱۷)

ب۔ اسی طرح کتب سیرت میں یہ واقعہ درج ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے میر منشی حضرت زید بن ثابت ؓ کو دوسری اقوام کی زبانیں سیکھنے کی ترغیب دلائی۔(۱۸) تعلیم اسلام کیلئے لازمے کی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ تعلیم یافتہ ہو۔عہد رسالت میں صرف اظہار ایمان پر اکتفا نہ کیا جاتا تھا بلکہ تاکید تھی کہ ہر ایک مسلمان بقدر ضرورت تعلیم حاصل کرے۔(۱۹)

مسلمانوں کا تعلیمی ذوق زمان و مکان کی حدود سے ماوراء رہا ہے۔ جہاں کہیں انہیں سیاسی اور تہذیبی غلبہ حاصل ہوا۔علم و دانش کی شمعیں جگمگانے لگیں۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی ان کے دور عروج میں ایک نہایت مستحکم اور ہمہ گیر نظامِ تعلیم ارتقاء پذیر ہوا۔اس نظام کی ہمہ گیری اور گہرائی کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ انیسویں صدی کے آغاز میں جبکہ ہندی مسلمان سیاسی ،تہذیبی اور معاشی زوال کا بُری طرح شکار ہو چکے تھے۔ایک سفید فام مبصر ''جنرل سیلی مین'' نے ان کی علمی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا کہ: دنیا میں شاید ایسی قومیں بہت کم ہوں گی جن میں ہندوستان کے مسلمانوں سے زیادہ تعلیم کا عام رواج ہو۔ ہر وہ شخص جسے بیس روپے ماہوار کی ملازمت حاصل ہوتی ہے۔ عام طور پر اپنے بیٹوں کو کسی وزیر اعظم کے برابر تعلیم دلواتا ہے۔ جو کچھ ہمارے لڑکے یونانی اور لاطینی زبانوں کی وساطت سے سیکھتے ہیں۔ یہاں کے نوجوان وہی باتیں عربی اور فارسی سے سیکھتے ہیں ہفت سالہ مطالعہ کے بعد یہاں کا مسلمان نوجوان علم کی ان شاخوں ،گرائمر ، بلاغت ، منطق وغیرہ سے قریب قریب اتنا ہی واقف ہو جاتا ہے جتنا آکسفورڈ کا کوئی تعلیم یافتہ نوجوان۔ یہ بھی اس کی طرح سقراط ، افلاطون ،ارسطو، بقراط ، جالینوس اور بوعلی سینا کے متعلق بڑی روانی سے گفتگو کرسکتا ہے۔(۲۰)

ہمارا نظام تعلیم ہی تھا جس نے ہندوستان میں مسلمانوں کے سات سو سالہ عہد اقتدار کے ستون فراہم کیے۔ بے شمار عظیم الشان دانشور ، علمائے دین ، سرکاری کارندے ، مدبر ، سیاست دان ، ادیب ، شاعر ، مورخ اور فنکار پیدا کیے۔ ان کے کارنامے تاریخ کے صفحات کی زینت ہیں۔ گویا اسلامی نظام تعلیم سے مراد تعلیم کے عناصر کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو آپس میں مربوط ، منظم ، متعاون اور متعامل ہو کر اور ایک ایسی وحدت کی شکل اختیار کرلیں کہ وہ ایک اکائی کی حیثیت سے اسلامی مقاصد تعلیم کے حصول کیلئے کوشاں ہوں۔ اسلامی نظام تعلیم کی فوقیت کے چند پہلو یہ ہیں:

- علم الاشیاء کی تعلیم سے انسان کے دنیوی سفر کا آغاز ہوتا ہے نیز ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی اوّلین ضرورت اور انسان کو انسان بنانے والی چیز تعلیم ہے۔

- علم کا صحیح تصور یہ ہے کہ اس کا حقیقی سرچشمہ رب السمٰوات الارض کی ذات ہے۔ حقیقت اشیاء کا علم بھی اور ہدایت و ضلالت کا علم بھی اس کا دیا ہوا ہے۔ حواس اور عقل وتجربہ بڑے اہم ذرائع علم ہیں لیکن وحی سب سے اعلیٰ سرچشمہ علم ہے۔ نیز یہ کہ علم کا تعلق محض لوازماتِ حیات ہی سے نہیں، مقاصد حیات سے بھی ہے اور یہی زیادہ اہم ہے۔ اس سے اسلامی تعلیم کا جو مزاج تشکیل پاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس میں غلبہء دین کی تعلیم، رب کی معرفت اور الہامی اصول ہدایت کی روشنی میں فرد اور تمدن کی صورت گری کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ (۲۱)
- اسلام نے تعلیم کو بہت سی ضرورتوں میں سے ایک ضرورت نہیں، بلکہ تمام انسانوں کی اولین اور بنیادی ضرورت قرار دیا ہے۔ اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی مذہب یا تمدن ایسا نہیں ہے جس میں تمام انسانوں کی تعلیم کو ایک بنیادی ضرورت قرار دیا ہو۔ حتیٰ کہ یونان اور چین بھی جو اپنی علمی ترقی کی وجہ سے غیر معمولی شہرت کے حامل ہیں، اس کے قائل نہ تھے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے: طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم۔ ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (22)۔ گویا یہ اسلام ہی ہے جس نے عام تعلیم اور ہر شخص کے لئے علم کا تصور پیش کیا۔
- ایک طرف اسلام نے تعلیم کو بنیادی ضرورت قرار دیا تو دوسری طرف اس کو حاصل کرنے کی ذمہ داری فرد اور معاشرے دونوں پر عائد کی۔ اسلام کا یہ اصول ہے کہ جو چیز سب پر فرض ہو اس کی فراہمی کی اولین ذمہ داری فرد پر جبکہ آخری ذمہ داری معاشرے اور ریاست پر عائد کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز، حج اور زکوٰۃ کا قیام اسلام کے وظائف میں شامل ہے۔ تعلیم کے سلسلے میں خود حضور اکرم ﷺ نے جو روایت قائم کی وہ اصحاب صُفہ کی درس گاہ میں نظر آتی ہے۔ اصحاب صُفہ میں سے کچھ اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے خود ہی تگ و دو کرتے تھے پھر مسلمانوں کے اہل ثروت ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے دل کھول کر عطیات و وظائف دیتے تھے اور محمد ﷺ خود ان کی ضروریات پوری فرماتے بلکہ جب تک ان کے کھانے کا بندوبست نہ ہو جاتا آپ ﷺ کھانا تناول نہ فرماتے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کی پوری تاریخ میں تعلیم ہمیشہ مفت رہی ہے۔ (۲۳)
- اسلامی نظام تعلیم میں علم اور تربیت ہمیشہ ساتھ ساتھ رہے اور یہ بھی حضور اکرم ﷺ کے اتباع ہی میں تھا کہ بحیثیت معلّم جہاں آپ ﷺ تعلیم کتاب وحکمت کی ذمہ داریاں ادا فرماتے وہیں تزکیہ نفوس کا کام بھی انجام دیتے۔ (۲۴) اسلامی تعلیمی نظام کا مخصوص مزاج ان دونوں عناصر کے حسین امتزاج سے تشکیل پایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تہذیب میں عرف عام میں اس مزاج کا اظہار ''علم وفضل'' کی اصطلاح سے ہوا ہے، جو علم اور نیکی دونوں میں بڑھے ہوئے ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔
- ایک اور اہم چیز تعلیم اور مسجد کا باہمی تعلق ہے۔ تعلیم کا دینی مزاج اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ دینی زندگی کے محور مسجد

سے اس کو مربوط کیا جائے۔ مسجد نبوی میں پہلی تعلیم گاہ کے قیام نے اس روایت کو قائم کر دیا اور بعد میں مسلمانوں کی پوری تاریخ میں اس روایت کو فروغ دیا گیا اور اس کے ذریعے طلبہ کی زندگیاں ہمارے مخصوص ثقافتی نظام کے سانچے میں ڈھلتی چلی گئیں۔(۲۵)

مباحث(Discussion):

اسلامی نظام تعلیم کے مباحث کے لئے تجارت کو ہم بطور مثال لیتے ہیں۔ اسلام نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور اس سے کمائی ہوئی روزی کو رزق حلال اور کسب طیب کہا اور اس کے لئے کچھ احکام وآداب بیان کئے ہیں۔ جن کی پابندی سے تجارت سے کمایا ہوا مال حلال اور طیب کہلاتا ہے۔ مثلاً جس چیز کی تجارت مقصود ہو وہ حلال اور مباح ہونی چاہئے۔ مسلمانوں کیلئے کسی حرام چیز کی تجارت جائز نہیں جیسے شراب اور مردار وغیرہ، تجارت میں دھوکہ اور ملاوٹ کو حرام قرار دیا گیا۔ ایک مسلمان کو تجارت میں سچا اور صاف گو ہونا چاہئے جس چیز کی مسلمانوں کو ضرورت ہے اس کی ذخیرہ اندوزی سے روکا گیا ہے وغیرہ۔ تو جب ایک شخص اپنی تجارت میں مسلمان تاجر کا کردار ادا کرتا ہے تو اس کی شان دوسری قوموں سے بالکل مختلف ہو جاتی ہے اور وہ تجارت کے راستہ سے غیر مسلم قوموں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ مشرق بعید میں زیادہ تر اسلام مسلمان تاجروں کے ذریعے سے پھیلا ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے جہاں نصاب تعلیم میں اصلاح کی ضرورت ہے وہاں طرز تعلیم کی اصلاح کی بھی ضرورت ہے۔(۲۶)

معاش ہو یا معاد، دین ہو یا دنیا، سب کا دارومدار علم پر ہے۔ علوم وفنون کی کوئی حد اور شمار نہیں لیکن اصل علم وہ ہے کہ جو اوپر سے آیا ہو اور جس سے خداوند ذوالجلال کی معرفت، اس کی اطاعت اور عبودیت کا طریقہ معلوم ہو۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم دین اور دوسرا علم دنیا۔ علم دین سے مراد وہ ہے جس سے اللہ کی معرفت اور اس کے احکام کا علم حاصل ہو اور اس کی اطاعت کا طریقہ معلوم ہو اور علم دنیا سے مراد وہ ہے جو دنیاوی منافع کے حصول کا ذریعہ ہو۔ علم دنیویہ کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے بعض تو شریعت کی نظر میں مباح اور جائز ہیں بعض مکروہ اور بعض حرام ہیں۔ مسلمان کا مسلمان ہونے کی حیثیت سے علم دین مقصود اوّل ہے اور علم دنیا مقصود ثانوی کے درجہ میں ہے۔ مومنوں اور کافر میں فرق یہی ہے کہ مومن صرف آخرت کو اپنا مقصود سمجھتا ہے اور دنیا کو آخرت کا تابع اور خادم سمجھتا ہے۔ جبکہ کافر کا مقصود بلکہ معبود ہی دنیا ہے۔ اس کے دماغ میں آخرت کا کوئی تصور ہی نہیں۔ اسی وجہ سے کافر دنیوی ترقی کے حصول میں کسی جائز، ناجائز اور کسی حلال وحرام کی تقسیم کا قائل نہیں کیونکہ حلال وحرام کی تقسیم اغراض دنیویہ کے حصول میں ایک روڑا ہے۔(۲۷)

اسلامی نظام تعلیم کی اساس توحید ہے۔ اقتدار اعلیٰ کا مالک خالق کائنات ہے۔ نظام ربوبیت کو چلانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ اسلام نے اپنے تمام انقلابی پروگراموں کی بنیاد تعلیم پر رکھی ہے۔ اسلام تعلیم کے

ذریعے عقائد کو تقویت دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے سرچشمے قرآن مجید اور اسوۂ حسنہ ہیں۔ اسلام انسان کی روحانی اور مادی زندگی میں توازن قائم کرنے کا حامی ہے اور دونوں کی تربیت کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ قرآن مجید میں وہ تمام احکامات اور ہدایات موجود ہیں جن کی روشنی میں بچے کی تربیت کر کے اسے اسلامی معاشرہ کا کارآمد فرد بنایا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ وہی ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اس طرح اسلام دینِ فطرت ہے۔ (۲۸)

کسی قوم کا تعلیمی نظام اس کے فلسفہ ٔ حیات کا عکاس ہوتا ہے۔ اس طرح وہ ایک ''کُل'' کا جزو قرار پاتا ہے۔ اس کُل کے دیگر اجزاء میں تہذیب وتمدن کے دیگر شعبہ جات جیسے اخلاقیات، سیاسی نظام، قانون، فنون، نظامِ معاشیات وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سب مل کر کسی قوم کے اجتماعی تشخص کا تعین کرتے ہیں اور یہی وہ امور ہیں جو اس قوم کو دیگر اقوام اور گروہوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ اجتماعی نصب العین اور تشخص فلسفہ ٔ حیات سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی تکمیل کیلئے تعلیم چونکہ بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اسلئے کسی قوم کے فلسفہ ٔ حیات سے اس کے تعلیمی نظام کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام ایک واضح ضابطہ اور فلسفہ ٔ حیات پیش کرتا ہے۔ اس لئے فکری، فنی اور تہذیبی زندگی کے دیگر امور کی طرح مسلمانوں کا نظامِ تعلیم اس ضابطۂ حیات اور فلسفہ ٔ زندگی کے ایک اہم ثانوی پہلو کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس تعلیمی نظام کا مقصد نہ صرف یہ تھا کہ اسلامی ضابطہ ٔ حیات کو دلوں میں راسخ کیا جائے۔ اس کے نقش ونگار اجاگر کئے جائیں بلکہ یہ مقصد بھی تھا کہ اسلامی ضابطہ ٔ حیات کی عالمگیر برتری کی راہ ہموار ہو جائے اور اسلامی معاشرہ قائم کرنے کا فرض سرانجام دیا جائے۔ اپنے تخلیقی دور میں اس نظام نے جو کامیابیاں حاصل کیں وہ اب نسل انسانی کی ثقافتی تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ اس نے نہ صرف قدیم علوم کی حفاظت کی اور انہیں پروان چڑھایا بلکہ بہت سے نئے علوم کی داغ بیل بھی ڈالی۔ جہالت، توہمات اور تعصّبات کے اندھیروں کو کم کر دیا۔ عقل ودانش کے چراغ روشن کیئے۔ تاریخی واقفیت کے اعتبار سے کسی مبالغہ آرائی کے بغیر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج کی جدید دنیا اپنے وجود کے لئے قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی، تہذیبی، فکری اور فنی جدوجہد کی مرہونِ منت ہے۔ نئے شعور کے سوتے اسلامی تعلیمی نظام سے ہی پھوٹے تھے۔ یہ امر اس نظام کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے چنانچہ خود یورپی اقوام عمرانی علوم کا باوا آدم ابن خلدون کو قرار دیتی ہیں۔ (29)

نتائج (Results):

اسلامی نظام تعلیم کا مزاج یہ ہے کہ:

''علم ہے ابن الکتاب عشق ہے ام الکتاب'' (۳۰)

- پرائمری سطح سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک تعلیم کے تمام مراحل بلکہ فنی، عمرانی اور عسکری تمام شعبہ ہائے تعلیم کا بنیادی عنصر اسلام کو قرار دیا جائے اور اس عنصر کی بنیاد قرآن وسنت پر رکھی جائے۔ علم ومعرفت کے ان سرچشموں کی

تفہیم وتشریح کے لئے متاخرین کے مشتبہ اور مبہم اقوال کے بجائے سلفِ متقدمین کی رہنمائی کی طرف رجوع کیا جائے۔اس معاملہ میں جزیات وفروعات اور تفصیلات میں جانے سے پہلے بنیادی اصول ومبادی کی طرف توجہ دی جائے۔اس طرزِ تعلیم کے ہر تعلیمی مرحلہ کو مناسب وسعت اور گہرائی دی جائے۔اس بنیاد پر مندرجہ ذیل باتوں کو نگاہ میں رکھا جائے۔

- قرآن وسنت کی روشنی میں آسان اور سادہ انداز میں اسلام کا صحیح عقیدہ پیش کیا جائے اور متکلمین کی موشگافیوں اور سخن سازیوں میں نہ الجھا جائے۔
- فقہی مذاہب کے اختلافات سے اجتناب کرتے ہوئے فقہی مسائل کو دلیل اور حکمت کے ساتھ بیان کیا جائے اور زندگی کے ساتھ ان کے ربط وتعلق کو روشن کیا جائے۔
- نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام، امت مسلمہ کے قائدین، علماء اور صلحاء کی سیرتوں کی طرف توجہ دی جائے۔(۳۱)

اسلامی نظام تعلیم سے مراد ایسا نظام تعلیم ہے جس میں ایک مسلمان بچہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے خاص علم و فن میں مہارت اور قابلیت حاصل کرنے کے ساتھ ایک اچھا مسلمان بھی بنے۔جس کا قلب ایمان اور تقویٰ سے سرشار ہو۔ ضروری عقائد سے واقف ہو، ضروریات دین اور فرائض کا علم رکھتا ہو، اسلامی اعمال واخلاق کا صحیح نمونہ ہو۔ایسا نظام تعلیم جس میں اگر کسی نے اپنے لئے ڈاکٹری کا پیشہ اختیار کیا ہے تو وہ اپنے فن میں ایک مسلمان ڈاکٹر کا کردار ادا کرے، اگر اس نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا ہے تو وہ اپنی تجارت میں ایک مسلمان تاجر کا کردار ادا کرے۔اگر اس نے اپنے لئے فوجی زندگی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو وہ اپنی عسکری زندگی میں ایک مسلمان مجاہد کا کردار ادا کرے۔اسی طرح زندگی کے جس شعبے سے اس کا تعلق ہو بحیثیت مسلمان اپنا فرض سرانجام دے اور اس شعبہ سے متعلق جو بھی اسلام کے احکام وآداب ہوں، انہیں بجالائے۔کیونکہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبے سے متعلق کچھ احکام وآداب بیان کئے ہیں۔جن کی پابندی مسلمان کیلئے ضروری ہے۔(۳۲)

حاصل کلام(Conclusion):

قرآن مکمل اور آخری کتاب ہدایت ہے۔اس لیے اس میں وہ تمام خصوصیات ہیں جو تعلیم و تربیت، ترقی، پائیداری اور استقلال کے لئے ضروری ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا۔آج تک وہ لفظ بلفظ پوری کتاب پڑھنے کے لب ولہجہ کے ساتھ اسی طرح عبارت میں اور زبانوں پر جاری ہے۔اگر قرآن پاک ایک دفعہ میں اتار دیا جاتا تو پوری کتاب سمجھ میں نہیں آسکتی تھی اور نہ اس پر عمل ہوسکتا تھا۔ایک نسل کی تعلیم وتربیت اور اس کی پختگی کی عمر اکیس بائیس سال ہوتی ہے۔قرآن مجید 23 سال تک اترتا رہا اس طرح ایک نسل رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتربیت سے پختہ کار

اوراس پرعمل کر کے دنیا کے لئے نمونہ بن گئی۔

﴿فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْم ﴾

''تمام علم والوں سے بڑھ کرایک بڑا علم والا ہے۔''(۳۳)

قرآن حکیم سارے علوم پر فائق ہے۔تمام علوم کا سرچشمہ یہی کتاب العزیز ہے۔اسلامی نظام تعلیم دوسرے نظام ہائے تعلیم کی نسبت امیر غریب، چھوٹے بڑے، عجمی عربی اور مذکر مونث کی کوئی تفریق نہیں رکھتا۔تعلیم کا حصول انسان کا بنیادی حق ہے۔اس لحاظ سے اسلامی نظام تعلیم سب نظام ہائے تعلیم پر فوقیت رکھتا ہے۔

دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی نظام بھی قانوناً انسان کو اس حد تک حصول علم کی آزادی نہیں دیتا جتنی آزادی قرآن نے دی ہے۔قرآن پر عمل کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے کی وجہ سے ایک متوازن اور انتہائی کامیاب معاشرہ قائم ہوسکا جس کی مثال نہیں ملتی۔لہٰذا اس معاشرے کو دوبارہ وجود میں لانے کے لئے ویسا ہی نظام تعلیم قائم کرنا ہوگا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ حمیرا اقبال، سہ ماہی مجلہ تعلیمی زاویے، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶ء، ص ۶۲
۲۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا، جلد 7، ص 1070
۳۔ شہباز خان، ڈاکٹر، تربیت اساتذہ، ترتیب وادارت ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد، اسلام آباد، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، 1997ء، ص 110
۴۔ خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، کراچی، شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، کراچی یونیورسٹی، 1968ء، ص 405
۵۔ ابوالاعلیٰ مودودی، سیّد، اسلامی نظام تعلیم اور پاکستان میں اس کے نفاذ کی عملی تدابیر، تعلیمات لاہور، اسلامک پبلی کیشنز 2008ء، ص 210، 216
۶۔ خورشید احمد، پروفیسر 1999ء، ص 40 ۷۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا، ج 7، ص 1010
۸۔ شبیر احمد، خان غوری، علم وتہذیب کی ترقی میں معارف محمدی کا حصہ، نقوش، رسول نمبر (4) 130، لاہور، ادارہ فروغ اردو 1984ء، ص 518
۹۔ سعید اختر، غیر فانی تہذیب، مکتبہ کارواں لاہور، 1988ء، ص 89
۱۰۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الریاض، دار السلام، 1999ء، ص 34، ح 224
۱۱۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا، جلد 6، ص 332 ۱۲۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا، جلد 6، ص 340
۱۳۔ عبدالرشید خان، مسلمانوں کی تعلیمی ترقی میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا کردار کراچی آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، 1986ء، ص 24
۱۴۔ محمد سلیم پروفیسر سیّد، مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ، ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ، لاہور، پاکستان، 1981ء، ص 219
۱۵۔ بحوالہ رئیس احمد جعفری، سیرت محمد علی، کتاب منزل، لاہور، 1950ء، ص 358
۱۶۔ الترمذی، الجامع، ابواب العلم، باب فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ص 610، ح 2687
۱۷۔ عبدالحئ الکتانی، نظام الحکومۃ النبویہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2001ء، ص 131
۱۸۔ ترمذی، الجامع، ابواب الاستئذان، باب ماجاء فی تعلیم السریانیۃ، الریاض، دار السلام، ص 615، ح 2715
۱۹۔ ابوالکلام آزاد، تعلیم، عزم نو، لاہور، جمعیت طلباء اسلام، شاہ عالم مارکیٹ 1979ء، جنوری تا جون، ص 123
۲۰۔ سیلی مین 1844ء، ص 523 ۲۱۔ خورشید احمد، پروفیسر 1991ء، ص 15
۲۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ص 34، ح 224
۲۳۔ محمد اقبال، قاری پروفیسر، مقالات اسلامیہ، انجمن نوجوانان اسلام، فیصل آباد، 2005ء، ص 140
۲۴۔ ملاحظہ ہو آیات الجمعہ: 2، آل عمران: 164 ۲۵۔ خورشید احمد، پروفیسر (س ن) ص 67
۲۶۔ عبدالرزاق سکندر الازھری، اسلامی نظام تعلیم، جمعیت طلباء اسلام، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، 1979ء، ص 445
۲۷۔ محمد ادریس کاندھلوی، مسئلہ تعلیم، عزم نو، جمعیت طلباء اسلام، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، جنوری تا جون 1979ء، ص 207
۲۸۔ گل محمد مہر، پاکستان میں پرائمری تعلیم، تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ، بیکن بکس، گل گشت کالونی، ملتان، 1988ء، ص 57
۲۹۔ ثناء الحق صدیقی، مقدمہ، مسلمانوں کی تعلیمی ترقی میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا کردار کراچی، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس 1986ء، ص 11
۳۰۔ اقبال، علامہ ڈاکٹر، ضرب کلیم، شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز، لاہور، 1996ء، ص 21
۳۱۔ یوسف القرضاوی، اسلامی نظام کے خدوخال، مترجم ابوالظفر انصاری، ادارہ دراسات اسلامیہ، لاہور، 1988ء، ص 19
۳۲۔ ابوالاعلیٰ مودودی، سیّد 2006ء، ص 228 ۳۳۔ یوسف: 76